

ترجمہ و تلخیص

مطالعاتِ علومِ اسلامیہ اور روس

(انقلابِ روس سے پہلے)

ڈاکٹر کبیر احمد جالبی

۱۹۵۴ء میں ماسکو کی اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے مشہور مشرقی این۔ اے ہیرنوف کی ایک کتاب ”روس میں مطالعاتِ علومِ اسلامیہ کی تاریخ کا جمل خاکہ“ کے عنوان سے شائع ہونی تھی جو دو پنجتر صفحات پر محیط ہے۔ اس کتاب کے دو حصے میں پہلے حصے میں گیارہویں صدی عیسوی سے لے کر انقلابِ روس سے پہلے تک کے روس میں اسلام اور اسلامی علوم پر جو تحقیقی کام ہوئے ہیں ان میں سے اہم اور نمائندہ کاموں کا تعارف کرایا ہے۔ اصل کتاب روسی زبان میں لکھی گئی ہے جس پر ایک انگریزی سماہی مجلہ ”سینٹرل ایشین ریویو“ لندن کے تبصرہ نگار نے تین شماروں میں (جلد ۲ ص ۲۸۷، ۲۹۴، جلد ۳ ص ۷۷-۸۸ اور ص ۱۶۳-۱۷۴) میں خاصہ مفصل تبصرہ کیا ہے۔ عام اردو خوان طبقہ روسی زبان سے قطعی ناواقف ہے اور ”سینٹرل ایشین ریویو“ پڑھے لکھے طبقہ میں بھی عام نہیں ہے اس لیے درج ذیل سطروں میں سینٹرل ایشین ریویو کی پیش کردہ معلومات کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اردو داں حضرات کو بھی اس بات کا علم ہو سکے کہ روس میں اسلامیات کے موضوع پر کیا کیا اور کس نہج سے کام ہوا ہے؟

ہیرنوف نے اپنے مقدمہ میں سب سے پہلے تو اس بات پر روشنی ڈالی ہے اور اسی کو اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد قرار دیا ہے کہ ایک طبقاتی سماج میں سماج کی پیشرفت کے سلسلے میں مذہب ایک اہم اور فعال کردار ادا کرتا ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ ہیرنوف نے اپنے اس خیال کی وضاحت کے لیے مارکس، اینگلس، لینن اور اسٹالن کی تحریروں اور تقریروں سے اقتباسات دیتے ہوئے اپنی بات کہی ہے۔ انھوں نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی بھی صراحت کر دی ہے کہ روس میں اسلام اور اسلامیات پر جو کام ہوا ہے وہ دو طبقات کے مصنفین کی کاوشوں کا عین منت ہے یعنی بورژوا مصنفین اور پروتاری مصنفین۔ انقلابِ روس سے پہلے کے تمام مصنفین کو انھوں نے بورژوا قرار دیا ہے مگر اس بات کا انہیں کیا ہے کہ ان ”بورژوا“ مصنفین نے کبھی بہت سے ایسے کام کیے ہیں جو حقائقِ علمی کی وجہ سے علمی

سرماے میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سمرنوف کی کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان "بورژوا" مصنفین کے تحقیقی کاموں کا اُس نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جائے جو سوویت تاریخی علوم کے مطالعے میں مدد و معاون ثابت ہو اور اس بات پر روشنی ڈال سکے کہ روسی سماج کی پیش رفت میں مذہب اسلام کا کیا حصہ رہا ہے؟ "بورژوا" مصنفین کے علمی اور تحقیقی کاموں کا مطالعہ اہمیت کا حامل ہے لیکن اس اعتراف حقیقت کے باوجود وہ روسی مصنفین کو خبردار کرتے ہیں کہ ان "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات، تعصبات اور تااملات سے پرہیز اور ان کے نزدیک یہ تمام تحقیقی کام "بورژوا خیال پرستی" کی ترویج و اشاعت میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں اس لیے پرولتاری روسی محققین کو ان تحقیقات کا مطالعہ کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ لینن کے نزدیک یہ ہے کہ "بورژوا" مصنفین جس مواد سے اپنے تحقیقی نتائج اخذ کرتے ہیں وہ تاریخی حیدلیت کے تصور سے عاری ہوتا ہے۔ اس لیے ان لوگوں کی تحقیقات یہ بتلانے سے قاصر ہوتی ہیں کہ نظریات کی دنیا میں اسلام کا حقیقی کردار کیا رہا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو سمرنوف کی زیر تذکرہ کتاب بھی اسی نقطہ نظر کی غماز ہے اور انھوں نے بھی "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات کا مطالعہ لینن ہی کے نقطہ نظر سے کیا ہے اس کتاب کو لکھنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اسلام شناسی کے سلسلے میں روسی محققین نے جو نئے نئے عناصر داخل کئے ہیں ان کا شرح و بسط کے ساتھ تعارف کرایا جائے اور مارکسی۔لینی نظریے کے تحت ان تمام غیر عقلی، غیر سائنسی اور عینی باتوں کو بے نقاب کیا جائے جن سے "بورژوا" مصنفین کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علاوہ بریں ان غلطیوں کی بھی نشاندہی کی جائے جو "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات کی وجہ سے بعض روسی مورخوں اور فلسفیوں کے یہاں اسلام کی بغیر توضیح اور تشریح کرتے ہوئے درآئی ہیں۔

سمرنوف نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انقلاب روس کے بعد "انقلاب مخالف اور رجعت پسند" طاقتیں، انقلابی قوتوں سے بندر آزاد ہونے لگیں، لینن نے اس نازک موقع پر اس بات پر زور دیا کہ جس حد تک ممکن ہو سائنسی بنیاد پر مذہب مخالف پروپیگنڈا کیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ لینن نے اس احتیاط کا بھی مشورہ دیا کہ مذہب مخالف پروپیگنڈا کرتے وقت نہ تو مذہب پر بڑھ بڑھ کر حملہ کیا جائے اور نہ مذہبی معتقدات ہی کے خلاف کوئی ایسی بات کی جائے جس کی وجہ سے اس کے ماننے والے برگشتہ خاطر ہو کر خیانی پکاؤ پکانے والے مذہبی معتقدات پر مجتمع ہو جائیں۔ اسی لیے "بورژوا" مصنفین کی کتابیں اس زمانے میں بھی روس میں شائع ہوتی رہیں اور کم و بیش آج بھی یہ سلسلہ باقی ہے۔ اسی سلسلہ سخن میں سمرنوف نے امریکی سامراجیوں کو اس بات کے لیے قصور وار ٹھہرایا ہے کہ

آج بھی اپنی نسلی اور غیر انسانی پالیسیوں کے جواز کے لیے مذہب ہی کو آلہ کار بناتے ہیں اور اپنے اس عمل کے ذریعہ امن، جمہوریت، تمدن اور ترقی کی مخالفت میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ اس لیے بمرنوف کے خیال میں ان حالات کی وجہ سے تمام سوویت موثرین اور محققین پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس سرمایہ داری سے کھل نبرد آزما ہوں جس کی نمائندگی اسلام کرتا ہے۔ بقول بمرنوف، مانکوف نے پارٹی کانگریس کے انیسویں اجلاس میں اس سرمایہ داری کے بارے میں کہا تھا (کہ سرمایہ داری) خود بخود نہ ختم ہوگی، یہ اب بھی زندہ و پابند ہے اور ممکن ہے آگے چل کر اس میں مزید اضافہ ہو۔ غالباً اسی لیے اسٹالن نے کہا تھا کہ کیونسٹ پارٹی مذہب کے سلسلے میں غیر جانب دار نہیں رہ سکتی وہ مذہبی تعصب کے خلاف تحریک چلائے گی۔

بمرنوف نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں ان کتابوں سے بحث کی ہے جو انقلاب روس سے پہلے روسی مصنفین نے لکھی تھیں۔ اس باب کو بمرنوف نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا حصہ گیارہویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی عیسوی تک کے زمانے کی تصانیف کے مطالعے پر مشتمل ہے دوسرے حصے میں چودھویں صدی کے اواخر سے لے کر اٹھارویں صدی عیسوی تک کی کتابوں کے مطالعہ کے لیے وقف ہے۔

مصنف کے قول کے مطابق روسیوں کو مشرق کے بارے میں جو اولین اطلاعات ملیں ان کا ماخذ بیشتر یونانی مصنفین کی تحریریں تھیں علاوہ بریں مختلف سفر ناموں کے ذریعہ بھی ان کو بہت کچھ جانتے اور سمجھنے کا موقع ملا ان دو ماخذوں کے علاوہ روسیوں نے اپنے پڑوسی خانہ بدوش قبائل (غالباً تاجیکیوں، ازبکوں، تاتاریوں، ترکوں، کرغیزیوں اور ترکمنوں کی طرف اشارہ ہے) کے ذریعہ اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل کی۔ یہ جس زمانے کا ذکر ہے اُس زمانے کے روس میں کلیسا کو بڑی حاصل تھی چونکہ اسلام اور یہودیت دونوں ہی کو عیسائیت کا حریف و مد مقابل سمجھا گیا تھا اس لیے اس زمانے میں مذکورہ دونوں مذاہب کے مطالعے کا شوق بڑھا اور اس کے نتیجے میں بہت سی کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ نیشنل ایشین ریلو کے تبصرہ نگار نے نہ تو اُس زمانے میں لکھی جانے والی کتابوں کے نام درج کئے ہیں اور نہ اُن کے مصنفین ہی کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں اس نے کراچ کوٹسکی (KARCHKOVSKII) کی ایک کتاب "روس میں مطالعہ علوم عربیہ کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ" (مطبوعہ ۱۹۵۰ء) کا حوالہ دیا ہے جس میں زمانہ زیر بحث کی تصانیف پر روشنی ڈالی گئی ہے تبصرہ نگار نے صرف اتنا بتلانے پر اکتفا کیا ہے کہ اس زمانے کی تصانیف زیادہ تر مسلمانوں کے

عقائد، اخلاقیات اور رسوم و رواج سے بحث کرتے البتہ بعض بعض کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ناقدانہ جائزہ بھی لیا گیا تھا مگر اس نے یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ ناقدانہ جائزہ کس نوعیت کا تھا اس لیے ہم بھی اس سلسلے میں کوئی تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی کے روس میں اسلام کا جو مطالعہ روسی مصنفین نے پیش کیا وہ اپنی کیفیت اور کمیت دونوں کی وجہ سے خاصہ اہم اور قابل لحاظ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب منگول اور خانہ بدوش قبائل مل جل کر اسلام کے جھنڈے تلے روس کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے اس جنگ کی وجہ سے روسیوں کے دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ وہ اسلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے اس مذہب کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کریں اس لیے اس دور میں روسی مصنفین نے اسلام پر بہت سی کتابیں لکھیں جب ۱۵۵۷ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس کو اپنے زیر نگین کر لیا تو اسلام کے مطالعہ پر روسی مصنفین اور زور دینے لگے اور نئے نئے زاویوں سے اسلام کا مطالعہ کرنے لگے۔ اس سلسلے میں بحر نونف نے جس کتاب کو سب سے اہم قرار دیا ہے وہ اتانسی کی تین (ATANASI) (NIKITIN) کی کتاب ہے جس کا نام "تین سمن ریا کا سفر نامہ" ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں ماسکو کی اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے شائع بھی کر دی گئی ہے۔

سمر نونف کے قول کے مطابق پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز ہی سے بہت سی غیر ملکی زبانوں کی وہ کتابیں جو اسلام پر لکھی گئی تھیں روس میں ترجمہ ہونے لگیں۔ ان کتابوں میں سے بیشتر "سیرت سے متعلق تھیں اور چند کتابیں ایسی بھی تھیں جن میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں مفصل معلومات درج تھیں۔ ممکن ہے سمر نونف نے ان میں سے بعض کتابوں پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہو مگر چونکہ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے ان میں سے کسی کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کی ہیں۔ اس لیے جب تک اصل کتاب سامنے نہ ہو ان کتابوں کے مصنفین یا خود کتابوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی کا زمانہ وہ تھا جب کہ روسیوں نے آذربائیجان، ایران اور ترکی کی مسلمان حکومتوں سے سفارتی تعلقات قائم کئے اور ان ملکوں سے براہ راست تجارت بھی کرنے لگے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب روسیوں نے اس بات کی بھی کوشش شروع کی کہ ہندوستان کے مغل حکمرانوں سے ان کے تعلقات استوار ہو جائیں اور دونوں ملکوں میں آزادانہ تجارت بھی ہونے لگے ان اسباب کی بنا پر اسلام اور اسلامی ممالک کے بارے میں علم حاصل کرنے کا روسیوں کا جذبہ مزید بڑھا۔ اس دور میں اسلام پر کتابیں لکھنے کے علاوہ روسی مصنفین نے مسلمانوں پر بھی کتابیں لکھنی شروع کیں جن میں سے دو کتابیں

بہت اہم ہیں ایک تو تیمور اور اس کی فتوحات سے بحث کرتی ہے اور دوسری ترکوں کی تاریخ ہے جس کو ایک روسی محقق نے لکھا ہے۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کی ہیں اس لیے ہمارے لیے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ کتابیں کس پائے کی ہیں اور کس حد تک روس کی اسلام شناسی کی پیش رفت میں ان کا حصہ ہے؟

سترہویں صدی عیسوی میں جب ترکوں نے بڑھ بڑھ کر روس پر حملے شروع کئے تو روسیوں کی یہ خواہش اور بڑھی کہ وہ اپنے ”دشمن“ کے مذہب اور کردار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں تاکہ ان کو اپنے ملک کی مدافعت میں آسانی ہو۔ اُس زمانے میں روس میں اسلام پر جتنی کتابیں لکھی گئیں اُن میں سے بیشتر کتابوں میں اسلام کا مطالعہ ترکی کے تناظر میں کیا گیا ہے اور اسلام کو اُس نقطہ نظر سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے جس نقطہ نظر سے ترک دیکھتے اور سمجھتے تھے۔

عمومی طور پر روس میں پیٹر اول (PETER I) کو اسلامی علوم کی پیش رفت اور ترقی کا بانی مہمانی سمجھا جاتا ہے مگر سمرنوف اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ پیٹر اول کے زمانہ سے بہت پہلے روس کے لوگ اسلام سے بخوبی واقف تھے اور اس زمانے کی بہت سی سرگزشتیں، سفر نامے اور دیگر علمی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے روسی اور غیر روسی ماخذ کی مدد سے اسلام کے بارے میں حکمران طبقے اور کلیسا کے خیالات کا پتہ چلتا ہے اور ان کتابوں کا خاص رجحان مسلمانوں کے عقائد کی نفی کرنا، ان کو غلط ثابت کرنا اور عیسائیت کے مقابلے میں حجادہ حق سے جھٹکا ہوا قرار دینا ہے اس لیے ان کتابوں میں اسلام کو نہ برداشت کرنے کی روح جلوہ گر ہے اور ان کی زیریں لہریں یہ جذبہ کار فرما ہے کہ مملکت روس میں اس مذہب کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا جائے۔

روسیوں کے اس جذبے کی تسکین کے لیے ۱۷۷۳ء میں ایک مخصوص اسکول قائم کیا گیا جس کا خاص مقصد مشرقی زبانوں کا مطالعہ اور اُس کے ذریعے سے خود اسلام کا مطالعہ قرار دیا گیا تھا۔ اسی ادارہ کی طرف سے روس میں قرآن پاک کا سب سے پہلا روسی ترجمہ شایع کیا گیا اس کے علاوہ حکمران کے حکم کے مطابق نظام اسلام پر بھی ایک کتاب پیٹرز برگ سے ۱۷۷۳ء میں شایع کی گئی۔ اُسی زمانے میں پبلنگ میں بھی اسی طرح کا ایک مذہبی ادارہ قائم کیا گیا اس ادارہ نے بھی اسلام کے بارے میں تحقیقی کتابیں شایع کیں جن کو سمرنوف کسی خاص وقت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سمرنوف کے تجزیے کے مطابق اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں روس کی سیاست ایک بحران سے دوچار ہوئی اس بحران کی وجہ سے ایک نیا بورژوا اگر وہ اور ایک نیا روشن خیال طبقہ

روس میں عالم وجود میں آیا۔ ان دونوں طبقات نے روس کی سماجی اور سیاسی زندگی پر اپنا اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ سنٹرل ایشین ریلو کے تبصرہ نگار نے روسیوں خیال طبقے کے دو افراد کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جن کے نام لومونوسوف (LOMONOSOV) اور رڈش چیف (RADISH CHEV) ہیں۔ اول الذکر نے مادی روایات کی بنیاد ڈالی اور ثانی الذکر نے اپنی ساری توجہ مشرق کے لوگوں کے مطالعہ پر مرکوز کی۔ سمرفوف کے قول کے مطابق اس عہد میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے بیشتر پیکلیائی نقطہ نظر کا غلبہ تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کچھ کتابیں ایسی بھی معرض وجود میں آئیں جن کو ترقی پسندانہ تصانیف کہا جاسکتا ہے۔ تبصرہ نگار نے دونوں طرح کی بعض کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں اور ان کے مصنفین کی بھی نشان دہی کر دی ہے جن کتابوں کو اس نے ترقی پسندانہ کتابیں قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا براہ راست تعلق اسلام سے نہیں ہے بلکہ یہ کتابیں فقہاء امارت بخارا اور قدیم وسط ایشیا کے عوام پر لکھی گئی ہیں جن میں اسلام کا تذکرہ ضمیمہ ہوا ہے۔ جب نیکولا اول (NICOLAS I) کی روس پر حکمرانی ہوئی تو یہ ترقی پسندانہ رجحان روبہ زوال ہونے لگا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس دور کے مستشرقین اپنی کتابوں میں اسلام کے بارے میں صرف سرکاری نقطہ نظر پیش کرتے۔ اس زمانے کے مشہور روسی شاعر پوسٹکن نے اپنی جلا وطنی کے زمانے میں ایک کتاب ”معنی قرآن“ کے نام سے لکھی۔ بقول سمرفوف یہ وہ پہلا ادبی کارنامہ تھا جس کی وجہ سے روس کے لوگ (غیر مسلمانوں سے مراد ہوگی) قرآن سے واقف ہوئے۔

اسی سلسلہ سخن میں پروفیسر بری زن کے تحقیقی کاموں کا حوالہ دیا گیا ہے مگر پروفیسر بری زن (BEREZIN) کے بارے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ تھا۔ بقول سمرفوف پروفیسر مذکور اس بات کو نہ سمجھ سکا کہ مریدیت کی تحریک نے جس کی ابتدا شامل نام کے ایک شخص نے قفقاز میں کی تھی روس کی سیاسی پیش رفت میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ سمرفوف نے اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ بری زن نے غلطی سے مریدیت کی تحریک کو اسلام سے جدا گانہ اور اسلام مخالف تحریک قرار دیا ہے حالانکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور وہ اس بات کو بھی نہیں سمجھ سکا ہے کہ اس تحریک کو ”ترکی اور برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی“ سمرفوف نے بری زن کی کتاب پر رائے دہی کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ”وہ بھی اپنے دیگر معاصر مصنفین کی طرح اس نکتہ کو فراموش کر گیا ہے کہ مریدیت کی تحریک میں رجعت پسندانہ پہلو پوشیدہ تھے، اس تحریک نے فرد کی شخصیت کو امام اور امام کو خلیفہ کا ایسا تابع بنادیا تھا کہ فرد کی اپنی شخصیت معدوم ہو کر رہ گئی تھی“۔ سمرفوف کے خیال

کے مطابق یہاں خلیفہ سے مراد ترکی کا سلطان ہے۔ غالباً سمرنوف کو مریدیت کی تحریک میں 'پان ترکیت' کے اجراء نظر آئے اسی لئے انھوں نے اس تحریک کو رجعت پسندانہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ بری زن کی اس کتاب پر اس پہلو سے اعتراض کرنے کے باوجود انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ درج بالا کتابیں بہر حال معلومات کا خزانہ ہیں ان سے مفید مطلب نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں اور ان کے ذریعے بہت سے حقائق کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد سمرنوف نے روس کے مذہب مخالف رجحان (غالباً اسلام مخالف) کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ اس تحریک کو چلانے والے "انقلابی جمہوریت پسند" کے نام سے موسم تھے۔ یہ تحریک ۱۸۶۸ء سے ۱۸۷۱ء تک اپنے عروج پر رہی جو مصنفین اس تحریک کے زیر اثر آئے اور انھوں نے اس سلسلے میں کتابیں لکھیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ بیلنسکی (BELINSKII) 'ہرزن (HERZEN) چرنی شی و سکی (CHERNYSHEVSKI) 'دوبرولیووف (DOBROLYUBOV) اور پیسارین (PISAREV) ان میں سے دوبرولیووف نے خاص طور سے اسلام کو اپنے مطالعے کا موضوع بنایا اور اسلام کی مخالفت میں کتابیں لکھیں۔ واشنگٹن ارونگ (WASHINGTON IRVING) نے ایک کتاب "حیات محمدؐ" کے نام سے لکھی تھی جس پر تبصرہ کرتے ہوئے دوبرولیووف نے اس تحقیر کی شخصیت کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ "یہ شخصیت تاریخی وقوعات کی شاہ کمانی (MAIN SPRING) نہیں ہے۔" دوبرولیووف کی ساری تصانیف اور مقالے اُس کے اسی مرکزی خیال کے گرد گھومتے ہیں۔ سمرنوف نے دوبرولیووف کے ایک مقالے کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس میں اس نے قفقاز پر روسی حملے کی اہمیت پر قلم اٹھایا ہے۔ اس مقالے میں دوبرولیووف نے مریدیت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بارے میں سمرنوف کا خیال ہے کہ "متعدد دروی موزین کے مقابلے میں دوبرولیووف کا یہ مقالہ مریدیت کے بارے میں حقائق پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کی فہم و فراست کا بھی غماز ہے۔ اس مقالے میں دوبرولیووف نے یہ بھی لکھا ہے "مریدیت کی بھی لحاظ سے کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ یہ اسلامی عقائد اور اعمال پر مبنی ہے جس سے قفقاز کے کوہستانی لوگ ایک عرصے سے واقف تھے لیکن اس زمانے تک قفقاز کے کوہستانی اُس پر عامل نہ تھے۔ اس مقالے کے آخر میں دوبرولیووف نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ سنٹرل ایشین ریلو کے تبصرہ نگار کے قول کے مطابق یہ ہے "قفقاز کی تاریخ ہمارے سامنے جو حقائق پیش کرتی ہے اُس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ (یہ وقوعات) نہ تو شامل جیسی شخصیت کے ناگہانی ظہور سے عالم وجود میں آئے اور نہ مریدیت کے سخت عقائد ہی نے روس کے خلاف

فقہازیوں کے دل میں بغاوت کا جذبہ بھڑکایا۔ اس بغاوت کا اصل سرچشمہ فقہازیوں کی روی غلبہ کے خلاف نفرت کا جذبہ ہے۔“

بیرنوف نے ایک آذربائیجانی، مرزا فتح علی آخوندوف (۱۸۱۲-۱۸۷۸ء) کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس کی اسلام مخالف کتابیں روس کے اسلام مخالف طبقے کے نظریات کی تقویت کا سبب بنتی رہیں اور ان کو اسلام مخالفت کی راہ دکھاتی رہیں۔ سنٹرل ایشین ریلو کے تبصرہ نگار نے نہ توقع علی آخوندوف کی کتابوں کے نام لکھے ہیں اور نہ ہی اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اس کی اسلام مخالفت کس نوعیت کی تھی۔ اس لئے ہم اُس کے بارے میں مزید کچھ کہنے سے قاصر ہیں البتہ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں نام نہاد مسلمانوں میں ایک چھوٹا سا ایسا طبقہ ضرور پیدا ہو چکا تھا جو اسلام مخالفت میں غیر مسلموں کا ساتھ دے رہا تھا۔ اسی طرح اسی عہد کے ایک قازق، چونکہ ولی خانوف (۱۸۳۵-۱۸۶۵ء) کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کو اس صدی کے اہم مصنفین میں شمار کرتے ہوئے اس کی اُس کتاب کا خاص طور سے تذکرہ کیا گیا ہے جس میں اُس نے اسلام کے اُس ردِ دل پر سخت تنقید ہے جو اسلام نے وسط ایشیا کے زار شاہی روس کے قبضے میں آنے سے پہلے وسط ایشیا میں انجام دیا تھا۔ ولی خانوف کا ایک معاصر، ابراہیم ال تن سرین (IBRAHIM ALTYN SARIN) (۱۸۸۱-۱۸۸۹ء) جو ولی خانوف ہی کی طرح ایک قازق تھا، اس صدی کا دوسرا اسلام دشمن مصنف ہے۔ ابراہیم کے سلسلے میں تبصرہ نگار نے کوئی خاص معلومات فراہم نہیں کی ہیں اس کی کتابوں کا بھی تذکرہ نہیں کیا ہے جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا کہ اس کی اسلام دشمنی کس نوعیت کی تھی؟ دو برویلووف اور آخوندوف کی تحریروں کو بیرنوف نے بہت سراہا ہے اور ان کو روی ادبیات کا سائنسی ادب قرار دیتے ہوئے ان کی معنویت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اُس سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ قدیم زمانہ ہی سے روس میں اسلام شناسی کے عنوان سے جو کام ہوئے ہیں وہ زیادہ تر مذہب مخالف تھے۔ ان کتابوں کا اصل مقصد اسلام کے نظام، عقائد اور اُس کی اصل اور بنیاد پر اعتراضات کا انبار لگانا اور اس کی من مانی توفیق، تشریح، اور توجیہ کرنی تھی۔ انیسویں صدی میں جب کہ روس کی سیاست خود ایک بحران کا شکار تھی، اسلام مخالفت کی لہر میں خاصی جولانی آئی اور اس کو طوفانی بنانے میں بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی حصہ لیا جن میں سے چند کے نام اوپر درج کیے جا چکے ہیں۔

بیرنوف نے اپنی کتاب کا دوسرا باب ”عہدِ سرمایہ داری میں اسلام کا مطالعہ“ کے عنوان سے

لکھا ہے۔ یہ باب دو ذیلی عنوانات پر منقسم ہے۔ پہلا ذیلی عنوان اُن تحریروں سے بحث کرتا ہے جو مارکس اور اینگلس نے اسلام پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھی ہیں۔ دوسرے ذیلی عنوان کے تحت ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۸ء تک اسلام پر ہونے والے کاموں کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم درج ذیل سطروں میں دونوں ذیلی عنوانات کی اہم باتوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

پہلے ذیلی عنوان کے تحت ہرنون نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے مارکس اور اینگلس کی تصانیف میں اسلام کے بارے میں جو حوالے ملتے ہیں اُن سب کو جمع کر دیا ہے اس کے بعد انھوں نے اینگلس کی کتاب ”ابتدائی عہد کی عیسائیت کی تاریخ کا ایک تعارف“ سے ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے اس ذیلی عنوان کو ختم کر دیا ہے۔ اینگلس کے اقتباس میں یہ کہا گیا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کو مشرق کے لوگوں بالخصوص عربوں نے اختیار کیا ہے اس کے ماننے والے اگر ایک طرف وہ شہری ہیں جن کا پیشہ تجارت ہے تو دوسری طرف وہ صحراؤں کے قبائل ہیں جو بدو کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی کی وجہ سے وقفہ وقفہ سے ان دونوں طبقات میں تصادم ہوتے رہے، شہری افراد روز بروز امیر سے امیر تر ہوتے گئے، تعیشات کے متوالے بنتے گئے پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ احکام شریعت کی بجا آوری سے کوتاہی برتنے لگے۔ دوسری طرف بدو غریب کے غریب رہے اور اپنی غربت کے نتیجے میں اپنے عقائد میں پختہ سے پختہ تر ہوتے گئے، انھوں نے اپنے اخلاقی نظام سے سربمواخراں نہیں کیا اور مذکورہ تعیش پسند مسلمانوں سے نہ صرف برگشتہ خاطر ہو گئے بلکہ نفرت بھی کرنے لگے۔ اسی نفرت کے جنبے کے تحت وہ ایک پیغمبر (مہدی) کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تاکہ اسلام کے ان گم ہونے والے کو سزا دے کہ اسلام کے عقائد و اعمال کی عظمت رفتہ کو بحال کریں اور اس کے نتیجے میں ان منہفروں کی دولت پر قبضہ کریں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ سو سال کے بعد وہ خود اس عالم میں آگئے جس میں ان کے حریف مبتلا تھے، اس لیے عقائد کی ایک نئی تاویل و تفسیر لازمی قرار پائی۔۔۔۔۔ پھر ایک پیغمبر (?) اٹھا اور وہی کھیل نئے سرے سے کھیل گیا۔ یہ تحریکیں مذہب کی غیر واضح دھند سے نمودار ہوتی ہیں مگر ان تحریکوں کے عالم وجود میں آنے کا اصل سبب معاشی ہوتا ہے لیکن جب بھی یہ تحریکیں کامیاب و کامران ہوتی ہیں تو وہ گزشتہ معاشی حالات پر کوئی اثر ڈالے بغیر گزر جاتی ہیں۔

اینگلس کے درج بالا خیال پر نقد و تبصرہ کا یہ محل نہیں ہے نہ ہی مہدیت کی تاریخ دھرنے کی یہاں کوئی ضرورت محسوس ہوتی ہے اینگلس کی اس تحریر کے حوالے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام کی کس کس طرح تبصیر و تشریح کی گئی ہے اور اس کے نظام عقائد و اخلاق کے دائروں کو کس طرح معاشی

سے ملانے کی کوشش ہوتی رہی ہے، اس کے باوجود وہ طبقہ جو خود کو اسلام کا امین کہتا ہے ان تشریحات کا جواب دینا تو درکنار ان کے وجود سے بھی بے خبر ہے۔ سمرفون نے ماکس اور اینگلس کی جو تحریروں میں اس مختصر سے حصے میں نقل کی ہیں ان کا لب لباب صرف اتنا ہے کہ بورژوا طبقہ مذہب کے ذریعے عوام کا استحصال کرتا رہا ہے، اس طرح درپردہ وہ حکومت وقت کا بھی آئہ کار بننا اور عوام کو یہ سبق پڑھانا کہ تم دنیاوی زندگی کے شدید جھیلے جاؤ تاکہ تم کو آسمانی دنیا میں راحت و سکون مل سکے۔ اس نقطہ نظر پر علمی انداز سے بحث کی جاسکتی ہے اور یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ مذہب پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں ان کی اصلیت کیا ہے؟ لیکن چونکہ اس وقت روس میں اسلامیات پر ہونے والے کاموں کے بارے میں گفتگو کی جارہی ہے اس لیے اس بحث سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

اس باب کے دوسرے حصے میں سمرفون نے ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۹۷ء تک کی ان اہم تصانیف کا جائزہ لیا ہے جن کا کسی نہ کسی طرح اسلام سے تعلق ہے۔ مصنف نے اس باب کی ابتدا میں یہ بات واضح کی ہے کہ سرمایہ داری کے عروج کے ساتھ ساتھ طبقاتی کشمکش بھی بڑھ گئی جس نے روس کے تمدن اور شرفیات کے مطالعے سب ہی کو متاثر کیا۔ یہ تو درست ہے کہ اس دور میں علم کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی مگر اس دور کے علم کا فریضہ یہ تھا کہ وہ ”ذاریت“ اور اس کی نوآبادیاتی پالیسیوں کی نہ صرف مدافعت کرتا رہے بلکہ اس کو حق بجانب بھی قرار دیتا رہے، اسی وجہ سے بقول سمرفون عینی فلسفہ اور مذہب پر خاصا کام ہوا لیکن اس کے باوجود سمرفون کے نزدیک علم کی ترقی رک گئی اور اُس زمانے کے روسیوں کی علمی روایت کوئی ترقی پسندانہ اقدام نہ کر سکی۔ وہ مصنفین جو ماکس اور اینگلس کی تحریروں سے متاثر تھے اور ان کی روشنی میں شرفیات پر مزید کام کر سکتے تھے ان کو حکومت کی طرف سے اس کام سے باز رکھا گیا اور ان کو اس بات کی اجازت نہ دی گئی کہ وہ لوگ اُس زمانے کے مشرقی ممالک کے لوگوں، ان کے تمدنی اور معاشی مسائل کے بارے میں کوئی تحقیقی یا علمی کام کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زار روس حکومت عوامی تمدن کے تصور سے خوف زدہ تھی۔ مشرقی ممالک میں رہنے والوں کے سلسلے میں اس زمانے کے بہت سے روسی مصنفین کا رویہ معاندانہ اور محاصرانہ تھا اور وہ لوگ مشرقی ممالک کے افراد کو ”بیچ ذات“ کے لوگ تصور کرتے تھے۔ اس زمانے کے جن روسی مستشرقین کے تحقیقی کام اہمیت کے حامل ہیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: گرگوریف (GRIGOREV) کاظم بک روزن (ROZEN) سب لوکوف (SUBLOKOV) زو کو سک (ZHUKOVSKII) بقول سمرفون، ان مصنفین کی تصنیفات بالعموم اسلام کے سیاسی اور سماجی افکار و اعمال سے بحث کرتی ہیں، یہ

تمام مباحث مصنفین کے براہ راست مطالعوں کا نتیجہ ہیں مگر ان میں "سائنسی نقطہ نظر" کا فقدان ہے۔ اسی زلزلے کے ایک مصنف والدی میر سولوئیٹف (VALDI MIRSOLYEV) کی کتاب "محمد، حیات اور مذہبی تعلیمات" کا سمرنوف نے بطور خاص تذکرہ کرتے ہوئے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں۔ سب سے پہلے تو انھوں نے مصنف کی اہمیت گھٹانے کے لئے مصنف کو صوفی اور فلسفی کے لقب سے نوازا ہے بعد ازاں حقائق کے نقطہ نظر سے انھوں نے اس کتاب کو بے قدر و قیمت قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ خدا پرانہ اعتقاد رکھنے والوں، رجعت پسندوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشن کو خدائی مشن جاننے والوں میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اس لیے سائنسی نقطہ نظر سے یہ کتاب بے قدر و قیمت ہے علاوہ برائیں اس کتاب میں مذہب اسلام کی تشریح و تعبیر چونکہ مادی نقطہ نظر سے نہیں کی گئی ہے اس لیے اس کتاب کی مزید ترویج و اشاعت سے اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ روس میں "مطالعات علوم اسلامیہ" کو نقصان پہنچائے گی۔ سمرنوف نے صرف انہی اعتراضات پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے مشہور روسی مستشرق بار تھولڈ سے بھی شد و مد کے ساتھ اختلاف کیا ہے جنھوں نے لکھا تھا، "سولوئیٹف کی کتاب روسی زبان میں سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں بہترین کتاب ہے"۔ سمرنوف نے بار تھولڈ کے اس خیال کو ان کی غلطی سے تعبیر کیا ہے اور اس کی وجہ اُن کے اُس نقطہ نظر کو قرار دیا ہے جو بار تھولڈ تاریخی عمل کے بارے میں رکھتے تھے۔

سمرنوف نے اس طرح چھپالیس کتابوں سے بحث کی ہے یہ ساری کی ساری کتابیں ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۸۹۸ء تک کے عرصے میں لکھی اور شائع کی گئی تھیں۔ ان تمام کتابوں کے مواد کو سمرنوف نے نہ صرف غیر سائنسی قرار دیا ہے بلکہ اُن کا شمار اُن کتابوں میں کیا ہے جن کو روس کی زار شاہی نے اپنے اُلٹا کار کے طور پر استعمال کیا۔ سمرنوف کی اطلاع کے مطابق یہ کتابیں "مشرقی اور مسلم مخالف شعبہ" کی طرف سے شائع کی گئی تھیں جس ادارہ کی طرف سے یہ کتابیں شائع کی گئی تھیں اُس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ ان کتابوں کا مقصد اصل حقیقی اسلام کا مطالعہ نہ رہا ہوگا بلکہ یہ کتابیں اس لیے لکھی گئی ہوں گی کہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں اُن کے مذہب کے خلاف شک و شبہات پیدا کر کے اُن میں مسیحیت کی تبلیغ کی جائے۔ غالباً اسی وجہ سے ان تمام کتابوں کو سمرنوف نے غیر سائنسی رویہ کی حامل کتابیں کہہ لیں۔

اگرچہ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر حصہ میں بہت سے بورژوا مصنفین نے اپنے شرفیات کے علم میں خاصا اضافہ کر لیا تھا اور اپنے مطالعے کے نتیجے میں اچھی خاصی تعداد میں کتابیں بھی لکھی تھیں، لیکن ان کتابوں پر سمرنوف کو یہ اعتراض ہے کہ ان کتابوں میں فلسفہ کی غمازی بھی

کرتی ہیں۔ اس لیے ان مصنفین کے طریق مطالعہ اور ان کے خیالات سے ”ترقی پسند“ مصنفین نے انتہائی کیا جن کو اُس زمانے میں ”انقلابی جمہوریت پسند“ کہا جاتا تھا۔ عمومی طور پر اس دور میں اسلامیات پر جو کام ہوئے ہیں ان کو عام روی تحقیقات سے کہیں فو تر اور پست سطح کا قرار دیا گیا ہے۔

اس کتاب کا تیسرا باب ۱۸۹۵ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک کی تصانیف کے مطالعے پر مشتمل ہے اس دور کو برونوف نے خسروی دور سے موسوم کیا ہے۔ اس باب کے ابتدائی حصہ میں لینن اور اسٹالن کی ان تحریروں کی تعبیر و تشریح کی گئی ہے جو ”مذہب اور قومی کلچر“ کے موضوع پر ہیں۔ لینن اور اسٹالن دونوں کی تحریروں میں مسلسل اس بات پر زور دیتی ہیں کہ وہ مذاہب جو مستقل بنیادوں پر قائم ہیں ان کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کرنی چاہیے تاکہ ہر قوم اور ہر ملت میں ایک جمہوری سوشلسٹ تمدن عالم وجود میں آئے کیونکہ یہ مذاہب اُن عوام کا استحصال کر رہے ہیں جو پہلے ہی ذبے دبائے، کچلے کچلائے ہیں۔

لینن نے اس سلسلے میں خاص طور سے اسلام کا نام لیا ہے اور مشرقی عوام کے لیے کہا ہے کہ صرف سامنتی حکمران، زمین دار اور بورژوا طبقہ ہی ان کا استحصال نہیں کر رہا ہے بلکہ مذہب اسلام بھی نہ صرف یہ کہ ان کا استحصال کر رہا ہے بلکہ دوسرے استحصال کرنے والوں کا معاون و مددگار بھی ہے۔

برونوف نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ خسروی دور میں زاریوں نے ”قومی آزادی“ کی جو جنگ چھیڑی تھی اُس کے اثرات اُس زمانے کی روسی بورژوائی تاریخ نویسی پر بہت گہرے پڑے ہیں۔ اس دور میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلے حصے میں تو اٹروٹوف (OSTROUMOV) چیری وفسکی (CHAREVANSKII) اور زوینیکوف (TSVETKOV) کی کتابیں آتی ہیں۔ ان مصنفین کے بارے میں خاص طور سے اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ لوگ ”شاہی رجعت پسند کیمپ“ سے چپکے ہوئے ہونے کے ساتھ ساتھ کلیسا کے بھی معاون و مددگار تھے۔ دوسرے حصے میں روزن، بارتھولڈ، زوکوسکی اور مدنیکوف (MEDNIKOV) کی کتابیں شامل ہیں۔ ان مستشرقین کو ”نام نہاد علمی مستشرق“ قرار دیا گیا ہے اور ان کو جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کو غیر سیاسی مقام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جہاں تک دوسرے گروہ کے مصنفین کی تحریروں کا تعلق ہے ان کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ یہ تحریروں تاریخی عمل کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ ان کے مصنفین نے نہ تو طبقاتی کشش کو سمجھا ہے اور نہ ہی عوامی مسائل کو۔ علاوہ بریں انھوں نے نہ تو اسلام کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور نہ ہی اس کو صحیح طور پر (مصنف کے نقطہ نظر سے) پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ برونوف

نے بارہتھوڈا کریمسکی (KRYMSKII) اور کراچکوسکی (KARCHKOVSKII) کی تصانیف کو روسی مصنفین کے لیے اہمیت کا حامل بتلایا ہے، لیکن اس کے باوجود کراچکوسکی کی تصنیف پر یہ کہہ کر اعتراض کیا ہے کہ اُس کی تحریروں میں بہت سے وہ عناصر ملتے ہیں جو پورٹو و مصنفین کی تحریروں کا خاصہ ہیں۔ مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح پورٹو و مصنفین غیر ملکی مستشرقین کی کتابوں سے استفادہ کر کے شائع اخذ کرتے ہیں اُسی طرح کراچکوسکی نے بھی کیا ہے اس لیے برونوف کے نزدیک اُس کی کتاب ناقص ہو کر رہ جاتی ہے۔

برونوف نے ”سیاسی مصنفین“ اور روس کے سب سے بڑے مستشرق بارہتھوڈا کے کارناموں کا جائزہ لینے سے پہلے دوسرے طبقے کے بعض مصنفین کی تصانیف کا مبسوط و مفصل جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے روزن کا بھی نام لیا ہے۔ روزن نے خود اسلام پر کسی غیر معمولی اہمیت کی حامل کتاب نہیں لکھی ہے لیکن اس کی اہمیت دو وجوہ سے ہے اول تو یہ کہ ”قازان کی مذہبی اکیڈمی“ کی طرف سے جو اسلام مخالف لٹریچر شائع کیا جاتا تھا اس پر اُس نے ایک بھرپور اور موثر تنقید لکھ کر اُس لٹریچر کی خامیوں کو اجاگر کیا ہے، دوم یہ کہ اُس نے ایسے شاگردوں کی تربیت کی جو آگے چل کر علم کی دنیا میں نہایت نام آور ہوئے اور اپنے گہرے علمی نقوش روی زبان و ادب پر چھوٹ گئے۔ روزن کے شاگردوں میں مدنیوف، اے۔ ای۔ شمدشی بونن (SHEBUNIN) اور کراچکوسکی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں میں شمد نے ”ایک مذہب کی حیثیت سے اسلام کی تاریخ کا مجمل خاکہ“ کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا جو ”میر اسلام“ (دنیائے اسلام) نامی رسالے میں شائع ہوا۔ شمد کے علاوہ کوسکی نے بھی اسلام پر متعدد کتابیں لکھیں جن کے نام سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہیں لکھے ہیں۔ کریمسکی اپنے تجربے علمی کے باوجود اسلام کے اُس اصل و حقیقی مقام کو متعین کرنے میں ناکام رہا ہے جو اس کو مشرقی عوام میں حاصل تھا لیکن اس کے باوجود اس کی تحریروں میں اپنی جگہ پر انتہائی اہمیت کی حامل ہیں اور اُن کے مطالعے سے اس زمانے کی روسی فکر کو سمجھا جاسکتا ہے۔

اس دور میں بایوں اور بہائیوں پر بھی متعدد روسی عالموں نے کتابیں لکھیں (بتشکوف-BAT-YSHKOV)۔ امانش (UMANETS)، زوکوسکی اور باکولن کے نام اس ضمن میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ تبصرہ نگار کے قول کے مطابق باکولن اور بعض دوسرے مصنفین بہائیت اور بابیت کے فرق کو نہ سمجھ سکے اور غلط بحث کا شکار ہو گئے۔ ان کی نظر اس بات تک مطلق نہ پہنچ سکی کہ بابیت اور بہائیت دونوں کے الگ الگ اصول و عقائد ہیں۔ باکولن نے اپنی کتاب میں اس بات کی بھی کوشش

کی ہے کہ وہ ناصر الدین شاہ قاجار کے قتل کے جرم سے بایوں کو بری کر دیں۔ باکون کی بہائیت پر جو کشتا ہے اس کو وہ مکمل نہ کر پائے تھے کہ ان کی موت ہو گئی۔ ان کے مرنے کے بعد زو کو سکی نے ان کے جس کردہ مواد کو مرتب کر کے شائع کیا۔ اس کتاب کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک ایسا خط بھی حوالہ کے طور پر نقل ہوا ہے جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فارسی کی مشہور اور مقتول شاعرہ "قرۃ العین طاہرہ" کا دستخطی ہے۔ بایوں اور بہائیوں کے علاوہ اس دور میں روسی زبان میں اسماعیلیوں پر بھی کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے دو مصنفین بوبرنسکی (BOBRINSKII) اور سمروف کی کتابیں علمی حلقوں میں وقت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ سمروف نے ۱۹۱۲ء میں "دنیا کے اسلام" میں شخنان کے اسماعیلیوں کے مذہبی معتقدات پر ایک مقالہ شائع کیا تھا جس کی علمی حلقوں میں خاصی پذیرائی ہوئی تھی۔ اسی زمانے میں بعض اور اہم کتابیں روسی عالموں کے قلم سے عالم وجود میں آئیں مثلاً کرنسکی کی کتاب "اسلام میں تصوف" (دسمبر ۱۹۱۹ء) اور کے "سمروف کی کتاب" اہل ایران — ایرانی مذہب کا ایک مجمل خاکہ" (نفرس ۱۹۱۵ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار کی تحریر پڑھ کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کرنسکی نے اسلامی تصوف کی مختلف شاخوں پر نظر ڈالتے ہوئے "درویشیت" سے خاصی بحث کی ہے اور اس کو منفی رجحانات کا حامل قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود تبصرہ نگار کو یہ شکایت باقی رہتی ہے کہ وہ تصوف کے اس غلط پہلو کا پردہ فاش کرنے میں ناکام رہے ہیں جس نے مشرقی ممالک کے عوام کو رجعت پسندانہ خیالات کا حامل بنا دیا ہے۔ سمروف نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کا مواد زیادہ تر فارسی ماخذ سے حاصل کیا ہے لیکن تبصرہ نگار کے نزدیک سمروف نے اسلام اور شریعت کے بارے میں اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ قدیم وضع "کا ہے اس کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ غیر ملکی مصنفین کی رالیوں سے اتنا متاثر ہو گئے ہیں کہ اسلام اور شریعت کے بارے میں خود اپنی کوئی رائے قائم نہیں کر سکے ہیں۔ سمروف کی دوسری اہم کتاب جو اسی دور کی یادگار ہے۔ "درویش اور ان کا سایہ کردار" کے نام سے لکھی گئی ہے۔

سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اس بات کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے کہ جب ۱۹۱۵ء میں روس کا پہلا انقلاب ناکام ہو گیا تو زار شاہی نے اپنی ساری طاقت و قوت کو مجتمع کر کے روس کی کمیونسٹ پارٹی اور پروتاریوں سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اس زمانے میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں روس میں لکھی گئیں ان میں سے بیشتر میں اس خوف و خطر کا اظہار کیا گیا کہ اسلامی قوتیں "اُبھر رہی ہیں اور یہ روسیوں کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں سنٹرل ایشین ریویو

کے تبصرہ نگار نے چیریولن کی کتاب ”دنیلے اسلام اور اس کی بیداری“ کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ”ہم کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ کوئی مستقل بنیاد پر قائم ہونے والا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ صرف ایک مذہبی اور سیاسی ادارہ ہے جو اپنے کٹلی اور عالمگیر ہونے کا مدعی ہے جو کسی اور مذہب کا ادعا نہیں ہے۔“ اس کتاب میں مصنف نے پے درپے اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ اسلام کو عیسائیت کے مقابلے میں فروتر ثابت کرے اور اس بات پر زور دے کہ جب تک قرآن اسلامی دنیا میں رہنے کے مطلق کی حیثیت سے باقی رہتا ہے اُس وقت تک نہ تو دنیا نے اسلام کی بیداری کی توقع کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس بات کی کہ وہ مسیحیت کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کرے گی۔ اس خیال کی بازگشت اُن تمام کتابوں میں ملتی ہے جو خسروی دور کے روس میں اسلام پر لکھی گئی ہیں۔ اسی نوعیت کی ایک اور کتاب قابل ذکر ہے جس کو زونیکوف (TSVETKOV) نے ”اسلام“ کے نام سے چار جلدوں میں لکھا ہے۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اس کتاب کے مواد کو بہر حال دلچسپ مواد قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کتاب کا بیشتر مواد اپنے وسط ایشیا کے عوامی قیام کے زمانے میں جمع کیا تھا۔ تبصرہ نگار نے اس سے زیادہ اس کتاب کے بارے میں معلومات درج نہیں کی ہیں جس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ کس حد تک اسلام مخالف کتاب ہے۔ اس دور کا ایک دوسرا مصنف این۔ ٹی۔ آسٹروموف (N.T. OSTROUMOV) اسلام مخالف کے علاوہ مسلمان مخالفت میں بھی پیش پیش تھا۔ آسٹروموف، زاربروس کی نو آبادیاتی پالیسی کا پر جوش مبلغ تھا اور اس کی ساری کوشش یہ تھی کہ غیر روسی اقوام (ترک، تاتار، تاجیک اور زبک، ترکمن وغیرہ جو سب کے سب مسلمان تھے) میں نہ تو اپنی قومیت کی شناخت کا کوئی جذبہ پیدا ہونے پائے نہ ہی وہ اپنے تمدن کے تحفظ کی طرف مائل ہوں نہ ان کی زبان ایک آزاد زبان کی حیثیت سے پیش رفت کی راہوں کو طے کرنے پائے۔ اُن کے عوام کی جہالت اپنی جگہ برقرار رہے اور جس طرح بھی ممکن ہو ان تمام اقوام کو ”روسیا“ لیا جائے تاکہ ان کی شناخت باقی نہ رہ سکے۔ آسٹروموف نے ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک کے پانچ برس کے عرصے میں متعدد کتابیں لکھیں جو اُس کے اسی نقطہ نظر کی غامری کرتی ہیں۔ اس کی کتابوں کا نقص یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ کتابیں اُس کے مخصوص مذہبی رجحانات کی ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے تنقیدی محاکموں سے عاری بھی ہیں وہ نہ تو نئے سائنسی طریق تحقیق سے واقف ہے اور نہ اسلام کے اصل اور بنیادی ماخذ ہی سے۔ اسی وجہ سے اس کی ساری کتابیں پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔

بہرہوف نے ان مصنفین کا ذکر کرنے کے بعد روس کے سب سے بڑے مشرق، بارہوولڈ

کی تحقیقات و تصانیف کا بڑے مفصل انداز سے جائزہ لیا ہے۔ بارتھولڈ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور انقلاب روس کے بارہ سال کے بعد ۱۹۳۳ء میں مرے۔ اس طرح ان کو دو طرح کے نظام حکومت کو دیکھنے اور ان کے تحت زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ بارتھولڈ کا اصل موضوع تحقیق، تاریخ اور انصاف مشرقی ممالک کی تاریخ ہے۔ ان کی تاریخی تصانیف خواہ وہ زار روس کے عہد کی ہوں خواہ انقلاب کے بعد کے عہد کی، آج بھی تاریخ دانوں کے حلقوں میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں اور ان کی شہرت ہے۔ مشرقی ممالک پر مسلسل کام کرنے کی وجہ سے ان کو اسلام سے بھی واقفیت ہوئی اور انھوں نے اس واقفیت کے نتیجے میں اسلامیات پر بعض ایسی کتابیں لکھیں جو روس کی مطالعہ علوم اسلامیہ کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں بقول برونوف، اگرچہ انھوں نے انقلاب روس کے بعد بارہ برسوں تک ایک محقق کی حیثیت سے بہت قابل قدر کارنامے انجام دیئے، باخصوص ان بارہ برسوں میں انھوں نے سوویت روس کی مشرقی ریاستوں کے عوام کی تاریخ پر تحقیقی کاموں کا انبار لگا دیا اس کے باوجود اس زمانے میں بھی ان کو ایک بورژوا عالم سمجھا جاتا تھا اور آج بھی انھیں مشرقین کے بورژوا مکتب فکر کا ایک نمائندہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس مقام پر ہم بارتھولڈ کے تاریخی نظریات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اسلام کے بارے میں ان کے نظریے کو ایک جملہ میں بیان کرتے ہیں۔ اسلام نہ تو کسی مخصوص مکتب فکر کا حامل ہے اور نہ ہی سماجی رشتوں کا پابند۔ اپنے اسی نقطہ نظر کی وجہ سے وہ اسلام کے طبقاتی کردار کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ اُس زمانے میں اسلامی دنیا میں تجدد کی جو تحریکیں چل رہی تھیں بارتھولڈ نے ان کو بھی اپنے مطالعے کا موضوع بنایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان تحریکوں کے عالم وجود میں آنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلم تمدن پر یورپی ممالک کی طرف سے پے پے حملے ہو رہے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تحریکیں عہد وسطی کے نظام زندگی سے بھی بغاوت کر رہی ہیں کیونکہ ان کا مذہبی طبقہ عام مسلمانوں کو عہد وسطی کے نظام زندگی کا تابع بنانا چاہتا ہے۔ بارتھولڈ بھی انہی لوگوں کے ہم خیال ہیں جو پان اسلامی تحریک کو امریکی اور برطانوی سامراجوں کی سازش سمجھتے ہیں اس ضمن میں بارتھولڈ کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں طاقتیں اس تحریک کی مدد دے کر اس لیے کر رہی ہیں تاکہ اس کے غالب آ جانے کے بعد روس کے آس پاس کی اور وسط ایشیائی مسلم ریاستوں کو اپنی نوآبادی بنا سکیں۔

انقلاب روس سے کافی پہلے بارتھولڈ نے مسلمانوں کے ایک فرقہ "مروانیوں" پر ایک کتاب لکھی تھی بارتھولڈ کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے اس کتاب کا ذکر بہت کم کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مواد بارتھولڈ نے برونوف کے اُس مقالے سے حاصل کیا ہے جو برونوف نے شغنان کے اسماعیلیوں

کے مذہبی معتقدات پر لکھا تھا۔ برونوف نے بار تھوڈ کی اس کتاب پر اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بحث کی ہے۔ ہم بھی اس بحث کا خلاصہ اس کتاب کے دوسرے حصے کا جائزہ لیتے وقت پیش کریں گے۔

ان مصنفین اور ان کی تحقیقات پر حاکمہ کرنے کے بعد برونوف نے ان اداروں کا مختصر مگر جامع جائزہ لیا ہے جو انیسویں صدی کے نصف آخر سے لے کر بیسویں صدی کی ابتدا تک روس میں اسلام شناسی کے لیے قائم کئے گئے تھے جن کا مقصد یہ قرار دیا گیا تھا کہ شرقیات کے مطالعے کو مزید آگے بڑھایا جائے لیکن چونکہ یہ ادارے ”سرکاری“ ضروریات کو پورا نہیں کرتے تھے اس لیے ۱۹۰۷ء میں حکومت وقت کی طرف سے اسلام شناسی کا ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا مقصد یہ قرار دیا گیا کہ روسی سماج کو مشرقی ممالک کی روحانی زندگی اور مادی ضروریات سے واقف کرایا جائے اور مشرقی ممالک اور روس کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کئے جائیں ۱۹۱۲ء میں اس ادارہ کی طرف سے اس کا پہلا ترجمان ”میر اسلام“ (دنیا نے اسلام) کے نام سے شائع کیا گیا جس کے ایڈیٹر بار تھوڈ تھے مگر بار تھوڈ کو محقق محض سمجھا گیا اور ۱۹۱۳ء میں اس کی ادارت پوزدنی یف (POZDNEYEV) کے سپرد کی گئی اور اس میں پان اسلامیت، پان زاریت جیسے موضوعات پر مقالے شائع ہونا شروع ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں بار تھوڈ نے ایک دوسرا رسالہ ”مسلمان کی میر“ (مسلم دنیا) کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ اس رسالہ نے ”میر اسلام“ کے تمام علمی کاموں کو الٹ کر رکھ دیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد رسالے اُس زمانے میں شائع ہوتے تھے جو اسلام شناسی کے لیے وقف تھے، لیکن ان سب سے صرف نظر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ سب رسالے ایک دوسرے کے ہم خیال وہم و آواز تھے۔ اس باب کے آخر میں برونوف نے ”بورژوا“ مصنفین کی کتابوں کی اہمیت کا یہ کہہ کر اعتراف کیا ہے کہ ان کتابوں پر نظر ڈال کر سائنسی انداز سے ان مسائل پر از سر نو غور کیا جاسکتا ہے اور موجودہ عہد کے تناظر میں ان پر مزید تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے۔ جو آج کی علمی دنیا کے لیے خاصا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ابھی تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے اس بات کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ انقلاب روس سے پہلے روس میں اسلام شناسی کے نام پر جو بھی تحقیقی کام ہوا ہے اس کا اصل مقصد اسلام کی مخالفت کرنا ہے اس کو سمجھنا سمجھانا نہیں۔ ممکن ہے کہ عہد زیر بحث میں کچھ ایسی بھی کتابیں لکھی گئی ہوں جن میں واقعی حقیقی اسلام کی ترجمانی کی گئی ہو لیکن چونکہ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اس طرح کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے گمان ہی ہوتا ہے کہ برونوف نے بھی اپنی کتاب میں اس نوعیت کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اسلام شناسی کا یہ دجھان انقلاب روس کے بعد بھی برقرار رہا اور آج بھی برقرار ہے۔